نفاق اور تکفیر کے درمیان رابطے کی تحقیق

رحیم نوبہار
مترجم: منہال حسین

مقدمہ

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو مدینہ میں یکجہتی کو قائم کرنے کے لئے مختلف گروہوں اور قبائل کو جمع کر کے ایک عہد نامہ لکھا، جس کا مضمون تھا؛ "یہودی اپنے دین کے اور مسلمان اپنے دین کے پابند ہوں گے۔۔۔یہودی اپنا خرچ خود اٹھائیں گے اور مسلمان بھی اپنا خرچ خود اٹھائیں گے،اس عہد وپیمان کے تمام عضو کے درمیان نیکی، بھلائی اور خیر خواہی حاکم ہوگی اور کسی کو ظلم و ستم اور جرم و جنایت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔"[۱]

اس دور میں مہربانی اور مذہبی و غیر مذہبی رواداری بردباری دانشمندوں اور پڑھے لکھوں کے درمیان اگر تھوڑی بہت دکھائی بھی دیتی تھی تو پھر بھی اس دور کے سماج پر پوری طرح رائج نہیں تھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی تہذیب کی بنیاد ڈالنے کے لئے صبر وبردباری کو اپنی ذات سے شروع کیا تھا اورآپ کے لئے فرق نہیں پڑتا تھا کہ مدینہ یا مدینہ سے باہر رہنے والے یہودی ہوں یا انصار کی اولاد ہوں جو بسا اوقات یہودی مذہب اپنا لیتے تھے۔[۲]

یہاں پر یہودیوں سے مراد کوئی بھی ہو ، بہرحال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک کو صبر و بردباری کی تعلیم دی ، آج کا دور جس میں بردباری انسانی سماج پر حاکم ہوچکی ہے ، ایسے دور میں بعض نادان پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر تکفیر کا ڈنکا پیٹ رہے ہیں اور امت مسلمہ میں بے صبری کا کھل کر مظاہرہ کررہے ہیں تاکہ وہ پیغمبراسلام ﷺ کی شریعت اور اسلام کے حسین چہرے کو خوفناک اور ڈراؤنا دکھا سکیں۔

تمام ثبوت اور دلیلیں اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ عالم اسلام کے خارجی دشمنوں کی دست درازیاں اس فتنہ کو شدت سے ہوا دے رہی ہیں اور ہر طرح سے ان کی مدد کر رہی

ہیں، لہٰذا ہمیں فکری اور ثقافتی اعتبار سے اس فتنہ کے نقصانات سے اغماض نہیں کرنا چاہئے ، جہالت سطحی فکر اور بعض مسلمانوں کی نادانی نے اس فتنہ کو بعض اسلامی ممالک میں قدرت مند ہونے میں بڑی مدد بہم پہنچائی ہے ، اس لیے تکفیر کو جنم دینے والے فکری اور اعتقادی سرچشمہ اور بنیاد کی شناخت بہت ضروری ہے اس کے علاوہ تکفیر کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتنہ اسلام کے آغاز سے ہی اس کے لئے مشکل ساز رہا ہے۔[۳] گرچہ یہ بھی حقیقت ہے کہ تکفیر روز بہ روز ذلت و رسوائی کی طرف بڑھتی جا رہی ہے ۔

دور حاضر میں تکفیری گروہ اپنے افکار کو عام کرنے کے لئے بڑے نظم و ضبط کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں، اباضیوں کے بعض گروہ کفر ان نعمت کو قبول کرنے کے بعد اسے انکار ربوبیت کے کفر سے جدا کردیا کرتے تھے۔[۴] لیکن آج کے دور میں تکفیری گروہ اس قدر شدت پر اتر آئے ہیں کہ جیسے ہی کوئی ان کے عقائد کی مخالفت کرتا ہے یا فکری اعتبار سے ان کا مخالف نظر آتا ہے فوراً اسے تکفیر کے اسلحہ سے نشانہ پر لے لیتے ہیں۔

تکفیری جماعت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے مخالفین کے عقائد کے سامنے نہایت ظلم و تشدد کا مظاہرہ کرتے ہیں اور تکفیر کے اسلحہ کی نوک پر اپنے عقیدے کو دوسروں کے سر پر تھوپنے کے درپے رہتے ہیں،اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ سماج میں نفاق اور ظاہری داری نے جنم لیا۔

اسلامی دانشمندوں اور علماء نے اپنی تحقیقات میں زیادہ تر مذہبی بردباری اور شدت پسندی کے سلسلہ میں تحقیق کی ہے ،انہوں نے شدت پسندی اور زبردستی دوسروں پر اپنے عقائد کو لادنے کے درمیان رابطے اور اس کے سبب پھیلتے ہوئے نفاق کی طرف اشارہ کیا ہے، ۱۶/ نومبر ۱۹۵۹ء میں یونسکو نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ مذہبی شدت پسندی اور کسی پر طاقت کے ذریعہ اپنے عقائد کو لادنے کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ لوگ اپنی حقیقت کو آشکار کرنے سے کتراتے ہیں ،مذہبی شدت پسندی کی وجہ سے جہاں فرد میں نفاق پیدا ہوتا ہے وہیں سماج میں بھی نفاق کا زہر پھیل جاتا ہے،بلکہ دین کے آئینہ میں بھی دینی اور مذہبی شدت پسندی پر مشتمل عقیدے اور تکفیر کو منوانے

یا اس کا حکم لگانے کے درمیان گہرا رابطہ پایا جاتا ہے ، جس کی وجہ سے روز بہ روز مومنین اپنے ایمان اور دین سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

اس مقالہ میں مذکورہ موضوع کے سلسلہ میں تحقیق کی گئی ہے ، (پہلے باب) میں دینداری کے درمیان ظاہرداری (ظواہر پر عمل کرنے) کے نظریہ کو پھیلانے میں تکفیر کے کردار کو پیش کیا گیا ہے ، (دوسرے باب) میں ایمان اور دینی معرفت کے درمیان نفاق پیدا کرنے میں تکفیر کے کردار کو بیان کیا گیا ہےاور (تیسرے باب) میں فتنہ تکفیر سے نجات پانے کے راستوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے ۔

ا۔ تکفیر یعنی ظاہر پرستی اور معنویت کا قلعہ قمعہ

تکفیری افکار، دین کے لئے اتنے خطرناک ہیں کہ اس کے ابتدائی اثرات میں ہم دیکھ رہے ہیں ، مسلمان ایک دوسرے کا بڑی دلیری سے خون بہارہے ہیں یا دیگر ادیان کے ماننے والوں تک اس کی لڑائی محدود نہیں رہی۔ بلکہ تکفیری نظریہ کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس سے معنویت اور دین کی پاک و پاکیزہ جڑیں ضعیف اور تباہ وبربادی ہورہی ہیں ، دینداری میں ظاہر پرستی کو رواج ملتا جارہاہے۔ لہٰذا یہ سوال ہوسکتا ہے کہ تکفیر اور ظاہر پرستی کے درمیان کیا رابطہ ہے؟

وہ لوگ جو اپنی زبان اور دل سے دوسروں کی تکفیر اور انہیں کافر بنارہے ہیں جب کہ وہ حد اقل خدا کے بندے ضرور ہیں ، یہ وہ لوگ ہیں جو دیگر انسانوں کی طرح دلوں کے اسرار، نیتوں اور انسانی و الٰہی اہداف و مقاصد سے نابلد ہیں ، بس انہوں نے اپنی عادت بنا رکھی ہے کہ وہ بعض ظاہری اعمال کو معیار بناتے ہوئے لوگوں کے ایمان یا کفر کے سلسلہ میں حکم لگائیں ، جب کہ ایک معمولی انسان کفر کی تہمت سے مبرا رہنے کے لئے حتی وہ لوگ جو قلبی طور پر دینی باتوں پر ایمان نہیں رکھتے وہ بھی بظاہر کوشش کرتے ہیں کہ ظاہری طور پر دیندار بنے رہیں اور ظواہر کی رعایت کریں لیکن جب تکفیر کی تہمت سے بچنا ظاہری اعمال و کردار پر منحصر ہو تو ظاہر پرستی کو حد سے زیادہ رونق ملے گی ، اخلاقی اقدار اور معنویت ختم ہوجائے گی ، جب ظاہرپرستی کو

رواج ملتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باطن پرستی ، اقدار اور ذاتی و باطنی فضیلتوں کی تباہی کا وقت آن پہنچا ہے ۔

شاید کچھ ایسے لوگ مل جائیں جو یہ سوچ بیٹھیں کہ اسلام نے ظاہر کو بہت اہمیت دی ہے بطور مثال اسلام میں گناہوں کو چھپانے کی بہت تاکید ہوئی ہے۔۵ یا وہ گناہ جو بصورت علنی انجام دیئے جاتے ہیں انہیں روکنے اور نہی عن المنکر کی سب سے زیادہ تاکید وارد ہوئی ہے۔۶ تو ظاہر پرستی کو اہمیت دینے سے اسلامی سماج سالم رہتا ہے ؛ بلکہ اس کے ذریعہ باطن اور کے اسباب فراہم ہونے لگتے ہیں۔

ایسی سوچ رکھنے والے شاید بھول چکے ہیں کہ اسلام میں گناہوں کی پردہ پوشی کا حکم اس لئے نہیں ہے کہ اس سے ظاہر پرستی کو اہمیت دی جائے تاکہ ایک پاک و پاکیزہ سماج بن سکے بلکہ اسلام نے اگر بعض عفت کے خلاف اعمال و کردار کی پردہ پوشی کا حکم دیا ہے تو صرف اس لئے تاکہ بعض گناہوں کی قباحت باقی رہے اور سماج عفت و اخلاق کی جانب گامزن رہے۔ اور اگر آشکارا انجام دئے جانے والے گناہوں کی نہی کا حکم وارد ہوا ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ذاتی زندگی میں سے منع کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اخلاقی طور پر مذکورہ، دونوں صورتوں میں نہی عن المنکر موثر واقع نہیں ہوسکتا۔ جب اسلامی احکام و مصادر میں کھلم کھلا انجام دئے جانے والے گناہوں کی شدت سے روک تھام کا حکم وارد ہوا ہے تو کیونکر ظاہر پرستی اور ظواہر نام پر اس انداز فکر و عمل کو کیسے قبول کیا۔ جاسکتا ہے ؟!

اسلامی منابع مخصوصاً قرآن کریم کی بے شمار آیتیں اسلام بلکہ ادیان ابراہیمی کو باطنی پاکیزگی اور طہارت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ قرار دیتی ہیں۔۷ علّامہ طباطبائی کے بقول مسلمانوں کے پچھڑے رہنے کا سبب ظاہری احکام پر اکتفا اور باطن و روح سے روگردانی ہے۸۔ شیعہ اور سنی منابع میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " میں مبعوث ہوا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو کامل کرسکوں ۔" ۹

شریعت اپنی تمام عظمت و جلالت کے ہمراہ اخلاق تک پہنچنے کا راستہ اور ایک بااخلاق سماج بنانے کا ذریعہ ہے ، تکفیری جماعتیں مسند قضاوت پر تکیہ دے کر اور ظاہر پر اعتماد کرتے ہوئے

مسلمانوں کے ایمان و کفر کے سلسلہ میں قضاوت کا سہارا لے کر باطنی اقدار اور فضیلتوں کو عملی طور پر پامال بلکہ دین کو چند ظاہری اعمال میں خلاصہ کردینا چاہتے ہیں۔

تکفیری افکار کی دنیا میں ظواہر اعمال کو جس قدر اہمیت دی جاتی ہے اتنی اہمیت روح وباطن ، نیتوں اور اہداف و مقاصد کو نہیں دی جاتی ، اسی وجہ سے بعض ظاہر پرست تکفیریوں کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا عمل انجام دے جس کو کرنے کا حکم خدا نے دیا ہے تو اگر اس فعل کو خدا کے لئے انجام نہ بھی دیا جائے تب بھی وہ عمل بارگاہ الٰہی میں مورد قبول واقع ہوگا۔۱۰

بہرحال تکفیری فکر میں ظواہر پر عمل ایک زبردست کردار پیش کرتا ہے۔۱۱ اباضیہ مسلک میں ایمان کے تین مرتبے بیان کئے جاتے ہیں؛ دل سے ایمان لانا ، زبان سے اقرار کرنا اور ارکان کو بجالانا۔ ان کی نظر میں ایمان عمل سے مل کر کامل ہوتا ہے ، اسلئے کہ عمل عقیدے اور زبانی سچائی پر بہترین دلیل ہے۔۱۲ جب کہ شیعہ عقیدے کے مطابق ایمان دل سے خدا پر ایمان لانے کا نام ہے اور ہر اس چیز پر ایمان رکھنا ہے جس پر ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔۱۳

اگر اجتماعی طور پر اس فکری تحریک کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت کھل کرسامنے آئے گی کہ ان کی نظر میں اسلام آج کے انسانوں کی ضروریات کو پورا کرنے میں ناتواں ہے ، جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہماری مادی دنیا میں تمام آنکھیں ادیان و مذاہب کے پیغامات پر ٹکی ہوئی ہیں، قائد و معنویات کا ٹکراؤ ایک طرف اور دوسری طرف عصر حاضر میں معنویت کی مانگ کے پیش نظر تکفیری رد عمل نے اسلام کو معنویات سے خالی اور انسانوں کی عالی و متعالی ضرورتوں کو پورا نہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے دین کی شکل میں پیش کردیا ہے ، انہوں نے زیادہ سے زیادہ ظاہر کی تاکید کی ہے ، اس کے علاوہ وہ ایمان اور مومن کی تعریف میں اقدار کی بے وقعتی اور معنویت کے غیر ضروری ہونے کے ساتھ دینی معاملات میں ایک قسم کی لاپرواہی کی تبلیغ کا سبب بھی قرار پائے ، جب کہ یہ کھلی ہوئی گمراہی ہے ، اسلئے کہ خدا کے احکام پر عمل کرنا نہایت اہم اور کارساز ہے ، لیکن تکفیریوں نے اس حد تک کفر و ایمان پر اعضاء و جوارح کے اعمال کی تاکید کی ہے گویا کہ اسے کافر بنانے کا ایک کارخانہ سمجھ بیٹھے ہیں ، جب کہ انہیں اس

سلسلہ میں میانہ روی(اعتدال) سے کام لینا چاہئے اور اقدار و اعمال کی اہمیت پر ایمان رکھتے ہوئے ہر گز دیگراصول اور ارکان کو ان پر منحصر قرار نہیں دینا چاہئے۔

۲۔ تکفیر اور پھیلتا ہوا نفاق

تکفیریوں کے دینی افکار، ایمان و معرفت کی دنیا میں نفاق کو عام کر رہے ہیں ، اس سلسلہ میں تحقیق کے لئے بحث کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۲/۱۔ تکفیر اور اعتقادی نفاق

اسلامی قوانین کے مطابق اسلامی سماج کا حصہ بننا بہت آسان ہے ، اسی لئے ایک مسلمان جب کسی شخص کو کلمہ شہادتین کی گواہی دیتے ہوئے دیکھتا ہے تو اسے اسلامی سماج کا عضو سمجھنے لگتا ہے ، فقہ کی نظر میں کفر اور دین سے خارج ہونے کی تہمت نہایت خطرناک سمجھی جاتی ہے، گرچہ عقل کی روشنی میں یہ بات مانی جاسکتی ہے کہ اسلامی سماج میں ایک مسلمان کی عضویت کی بقاکے لئے دین نے شرائط و قوانین بنائے ہیں ، اسی طرح مرتد ہونے سے متعلق مروی روایات اور ان کی موجودہ تفاسیر سے پرے ہو کر عقل کی روشنی میں یہ بھی مانا جاسکتا ہے کہ جب کوئی شخص اسلامی سماج کو ٹھیس پہنچانے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور اس سے مقابلہ کے لئے کوئی" تعالی وبکل مااوجب معرفہ" [۱۳] کوئی اقدام بھی نہ کیا ہو تب بھی بعض شرائط کے پیش نظر اختیاری طور پر وہ اسلامی سماج کی عضویت سے محروم ہوسکتا ہے لیکن ہر گز یہ بات قابل قبول نہیں ہے کہ دین، معنویت اور اخلاق کا پرچمدار ہوتے ہوئے اپنے افراد کو اسلامی سماج کا عضو باقی رکھنے کے لئے اسلحوں ، دھمکیوں اور دہشت و تکفیر کا سہارا لے ، چونکہ اگر ایسا مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ دینی سماج میں نفاق اور رعب و ترس کی حکومت کے قیام کےلئے مقدمہ چینی ہے، لہٰذا وہ تمام آیتیں جو نفاق اور ایمان و عمل میں دوگانگی کی مذمت کرتی ہیں ، ان تمام آیتوں میں دہشت و تکفیر کی حکومت کی مذمت ہوئی ہے ، نفاق جو ایمان و عمل کی دوگانگی کا دوسرا نام ہے ، وہ بھی گفتار کی مانند ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے : منافق اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جس پر وہ قلبی طور سے ایمان نہیں رکھتے۔ [۱۴]

اس آیت کے پیش نظر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس منافقت کا سبب جنگ ہو جس کی وجہ سے خوف و ترس پیدا ہورہا ہو یا مرجانے یا مال و متال دنیاتک پہنچنا ہو ، بہر حال قرآن کریم کی نظر میں خوف و ترس کے عالم میں ایمان کے اظہار کی کوئی اہمیت نہیں ہے ، جیسا کہ قرآن کریم نے مختلف قوموں کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

جب ان لوگوں نے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے :ہم ایک خدا پر ایمان لائے اور ابھی تک جن بتوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے ، ان سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں لیکن عذاب الٰہی کے مشاہدے کے بعد خدائے واحد پر ایمان کے اظہار نے انہیں فائدہ نہیں پہنچایا۔[۱۵]

علّامہ طباطبائی کی نظر میں اس مقام پر ان کے ایمان کے بے سود ہونے کا راز یہ ہے کہ انہوں نے اختیاری طور پر ایمان قبول نہیں کیا[۱۶] اور ظاہر ہے کہ اجباری طور پر ایمان لانے کو قبول نہیں کیا جاتا۔[۱۷]

ایسے ایمان کو مجاز کے طور پر ایمان کہا جاتا ہے اور ایک قسم کی غفلت یا غلط تعبیر ہے اس لئے کہ ایمان اسے کہتے ہیں جو انسان اپنی خوشی سے قبول کرے۔

جب اسلام کو اختیاری طور پر قبول نہ کیا گیا ہو اور زندگی گزارنے کے لئے اسے ایک بہترین راستہ نہ سمجھا گیا ہو بلکہ خوف و ترس، نفس کی کمزوری اور باطنی حقارت کو مٹانے کے لئے ایسا کیا گیا ہو تو یہ ایمان منافقت اور ظاہری طور پر دوروئی کا باعث ہوتا ہے، اسی وجہ سے اسلام شدید انسانوں میں خوف و ترس قائم کرنے اور انہیں منافقت کی طرف رہنمائی کا مخالف ہے، حالانکہ خداوند عالم نے اسلامی قوانین کو خوف و ترس سے باہر آنے کے لئے بنایا گیا ہے۔[۱۸] دین خود پر اعتماد اور بھروسہ کرنے کا نام ہے ، لہٰذا اسے انسانوں کے دل میں خوف و ہراس کا ذریعہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اور اس پر طرہ امتیاز تو یہ ہے کہ خوارج اور اباضیہ فرقے کے لوگ ، جو آگے چل کر تکفیر کا سرچشمہ قرار پائے ، اپنے گمان میں یہ بھی نفاق کی مذمت کرتے ہیں ، بلکہ یہ لوگ نفاق کو کفر و شرک کے برابر سمجھتے ہیں اور جو مسلمان کسی گناہ کبیرہ پر اصرار کرے تو اسے ایسا کافر (البتہ وہ کافر جس نے کفران نعمت کیا ہو) سمجھتے ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔[۱۹] اس مقام پر ان

لوگوں نے اس نکتہ کو نظر انداز کردیا ہے کہ اس حد تک کفر و ایمان پر اعضاء و جوارح کے اعمال کی تاثیر کی تاکید، باطنی طور پر نفاق پھیلنے کا باعث ہوگی۔

اسی وجہ سے دین اسلام میں جو اہمیت حقیقت جوئی اور حق کی تشہیر کو دی گئی ہے اس کے پیش نظر ہر گز اسلامی افکار کو خوف و ترس مخصوصاً تکفیر کے ذریعہ دوسروں کے ذہنوں میں نہیں بٹھایا جاسکتا، اسلئے کہ یہ طرز عمل نفاق کا موجب ہے لہٰذا اس قسم کی تبلیغ سے پرہیز کرنا ضروری ہے یعنی خیر اور اسلام کی جانب دعوت دیتے ہوئے حق و حقیقت کو پھیلانا ہے اور یہ مقصد یعنی حق تک پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کی معلومات کو بڑھانے اور منطقی استدلال کے ذریعہ ممکن ہے، جبکہ اس قسم کی تبلیغ کا مطلب یہ ہے کہ تکفیر کے ذریعہ دوسروں کے سر اپنے عقیدے کو تھوپنے سے پرہیز ہے۔

۲۔ ۲: تکفیر اور عمدی نفاق

تکفیری افکار ایمان کی دنیا میں نفاق کو بڑھاوا دینے کے علاوہ امت مسلمہ بلکہ اسلامی دانشوروں اور دانشمندوں کے درمیان علمی اعتبار سے دوگانگی کا باعث ہے، خالق کائنات علی الاطلاق فیاض ہونے کی بناپر ہر روز بلکہ ہر لحظہ تمام دانشوروں اور دانشمندوں بلکہ تمام حق کی جستجو کرنے والوں کی آنکھوں کے سامنے دین کی نئی راہوں کو کھولتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ دین کی ذات میں تغییر و تبدل کرنا چاہتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زمانے کے گزرنے اورانسانی ذہن کے کھلتے ہوئے دریچوں کے ساتھ دینی معارف بھی گہرائیوں سے سمجھ میں آنے لگیں اور یہ سمجھ بوجہ دین کے کسی خاص شعبہ سے مخصوص نہیں ہے جیسے کہ زبان شناسی کی دنیا میں ترقیات، قواعد تفسیر اور متکلم کے کلام کے واقعی مقاصد تک رسائی یعنی کلام الٰہی کے مقاصد کی تہ تک پہنچنا مفسروں، متکلموں اور فقہاء کے لئے بہترین معاون ثابت ہوگی تاکہ وہ اس طرح دین کی نئی باتوں اور جدید معلومات تک پہنچ سکیں، اسلام کی ترقی اور زمانے کے سوالات کی جواب دہی کی صلاحیت انہیں معلومات اور ترقیات کی مرہون ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔

تکفیری افکار نے امت مسلمہ کے دانشوروں اور دانشمندوں بلکہ اسلامی سماج کی عقلانیت پر تکفیر اور بدعت کی تلوار کو لٹکا کر علمی منافقت کو ہوا دی ہے اور اسلامی افکار کو ٹھیس پہنچائی ہے، گرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ ایسے افکار نے ہمیشہ سے اسلام کو نقصان پہنچایا ہے ، ابومحمد نہذی (اباضیہ گروہ کے تیسرے درجہ کے عالم دین) کہتے ہیں :" وہ مومنین جو نئے عقائد اور نت نئی راہوں کو کشف کرتے ہیں وہ کفر میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور پھر نہ وہ مومن رہتے ہیں اور نہ ہی مشرک " ۲۰۔جس دور میں نئی فکر کو بدعت اور دین سے خارج ہونے کا نام دیا جانے لگے اس وقت امت مسلمہ کے علماء نئی فکر اور کسی نئی بات کے اظہار سے پرہیز کرنے لگیں گے ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی تاریخ میں بے شمار علماء اپنے بے نظیر افکار اور معلومات وتحقیقات) کو لے کر تکفیریوں کے جبر و تشدد کے زیر سایہ دفن ہوگئے اور ہرگز انہیں اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اپنے نظریات اور کشفیات کا اظہار کرسکیں ، بلکہ جنین کی طرح وقت سے پہلے ساقط کردئے گئے اورہرگز انہیں رشد و نمو کا موقع نہ مل سکا ، یا ان کی مثال اس غنچہ کی ہے جنہیں تکفیر کی زہریلی ہوا میں ہرگز کھلنے کا موقع نہ مل سکاہو اور انہیں ہرگز شمیم صبح میسر نہ ہوسکی ہو، بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ تکفیر کی دنیا میں بوستان افکار بڑی مشکل سے اپنے ایام کاٹ رہے ہیں اور گلستان اسلام کو ہرابھرا رکھے ہوئے ہیں ، وہ ایسے نادر اور گراں بہا افکار تھے جنہیں ہرگز تکفیری فضا میں پھلنے پھولنے کا موقع نہیں ملا جب کہ انہیں علمی نشستوں اور تنقید و تحقیق کی دنیا میں پیش کیا جاسکتا تھا اور یقیناً مفید ثابت ہوتے اور اگر انہیں پیش بھی کیا گیا تو ان کی شکل و شمائل کو نہایت بگاڑ کر پیش کیا گیا جو اسلامی سماج میں متعدد مشکلات کے جنم لینے اور مختلف موانع کے ایجادہونے کا باعث ہوئے ، بہت سے اسلامی افکار تکفیر کی زہریلی ہوا میں نہایت اختصار اور بطور اشارہ بیان ہوئے ہیں ، اور ایسا اسلئے ہوتا تھا تاکہ اسلامی علماء تکفیر کی تلوار سے امان میں رہ سکیں ، لیکن آگے چل کر یہ مبہم اور اجمالی افکار تفسیر کے دائرے میں آنے کے بعد مختلف اختلاف کے باعث ہوئے ، ایسے افکار کی افہام و تفہیم کے لئے نہ جانے کتنے افراد تباہ اور نہ جانے کتنے متناقض نظریات وجود میں آئے۔ ان سب سے بدتر تو منافقت تھی جو ایسے ماحول میں پیدا ہوئی اور اسلامی علماء اس کے سایہ میں رہنے پر مجبور ہوئے ، دل میں اپنے عقیدے کو چھپا کر

کفر و تکفیر کے خوف سے عقیدے کے خلاف اظہار عمل، عالموں کے رنج و الم کا باعث ہوا اور ابھی بھی ایسا ہی ہورہا ہے، اسلامی سماج میں ایسے عالموں کی کمی نہیں ہے جو جدید افکار کو پیش کرنے کے جرم میں تکفیر کی تہمت سے روبرو نہیں ہونا چاہتے بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض اسلامی دانشور اسلامی افکار کے بارے میں عام مسلمانوں کی بے خبری کی وجہ سے ان کے ساتھ تقیہ جیسا سلوک کرتے رہے ہیں۔

نئے افکار کے ساتھ تکفیریوں کا برا سلوک ایک ذاتی اور معمولی بات نہیں ہے بلکہ اس کا سب سے بُرا اثر یہ ہوگا کہ اس کی وجہ سے اسلامی علوم میں ترقیاتی مہم کمزور پڑجائے گی، تو جب نئے افکار اور مشہور عقیدے کے مقابلے میں نئے عقیدے کا اظہار اس حد تک نقصاندہ ہوسکتا ہے تو پھر زمانے کے گزرنے کے ساتھ رنج و الم تحمل کرنے والوں کی تعداد بھی بہت کم ہوجائے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جاہل عوام کی خواہشات اور دانشمندوں کی کمی کے سایہ میں تکفیری افکار پروان چڑھنے لگیں گے اور اسلامی سماج پر اپنا قبضہ جما لیں گے۔ظاہر میں عوام کے ساتھ ایک طرح اور خلوت میں دوسری طرح سے گفتگو کرنا مسلمان اور بیدار دل دانشمندوں کے ہزاروں رنج و الم میں سے ایک ہے جسے یہاں بیان کیا گیا ہے۔

۳۔ تکفیر سے مقابلہ کے لئے نئی راہوں کی کھوج

اس مقالہ میں تکفیر سے مقابلے کے لئے جدید راہوں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس طرح ہیں:

۱/ ۳۔ معنویت سے لگاؤ

بشر کی پیدائش سے ابھی تک اس کی سب سے پسندیدہ چیز معنویت اور خدا کی وحدانیت رہی ہے، ہمارے دور میں غیر مسلم سماج کا اسلام سے لگاؤ اسی جذابیت اور معنویت کی وجہ سے ہے، پیغمبر اکرم ﷺ نے اپنی قداست اور معنویت کے ذریعہ کل اور آج کے انسانوں کے لئے نت نئی راہوں کے دریچے کھولے ہیں اور خدا کی راہ میں معرفت کے مختلف راستے دکھائے ہیں، توپھر یہ

کس قدر ظلم ہوگا کہ کوئی دین کے معنوی اور باطنی فائدے کو نظر انداز کردے یا اسے ظاہر اور چند رسم و رواج میں منحصر کرکے دنیاوالوں کے سامنے پیش کرے!

اسلامی ادبیات میں توحید کا مطلب دوگانگی کا انکار بلکہ خوبصورت انداز میں آفاقی دلیلوں کے ذریعہ اسے پیش کرنا ہے، تاکہ معنویت کے ذریعہ پیاسی بشریت سیراب ہوسکے۔ عصر حاضر میں توحید کے نام پر نہ جانے کتنے درد و رنج، خشک اور بے روح اسلام کی تصویر پیش کرنے کے بہانے وجود میں آئے ہیں اور انسانوں کے انواع و اقسام کے فہم و شعور سے مقابلہ کے لئے توحید کے نعروں کو بہانہ بنایا جارہا ہے یا دین کے سربراہوں کی اہمیت کو ختم کیا جارہا ہے یا سنت کے نام پر لوگوں کے عادات و اطوار کو دورہ جاہلیت کی طرف پلٹایا جارہا ہے یا اسلامی وانسانی ثقافتی میراث کو رفتہ رفتہ نابود کیا جارہا ہے، جب کہ ہر ایک کے لئے واضح ہے کہ دین انسانوں میں پائی جانے والی معنویت کی چاہت کا جواب دینے کے لئے ہمہ تن حاضر ہے اور بشر، باطنی و عرفانی معارف کا تجربہ کرنے کے لئے انبیاء مخصوصاً پیغمبر اکرمؐ کی تعلیمات کا شدت سے نیازمند ہے، لہٰذا دنیا والوں کو دین اسلام کی عرفانی و باطنی صلاحیتوں سے روشناس کرانا بہت ضروری ہے۔

۲/ ۳۔ اخلاق سے وابستگی

تکفیری افکار سے مقابلہ کے لئے اس حقیقت کو تسلیم کرنا ضروری ہے کہ دین، اخلاق الٰہی سے وابستہ ہونے اور ذات خداوندعالم سے رابطہ رکھنے کا نام ہے اور ظواہر اسی وقت تک اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جب تک وہ معنویت کی جانب رہنمائی تے ہوں، اس لئے کہ اگر اخلاق اور معنویت کے آئینہ میں شریعت اسلامی کو پیش کیا گیا تو اس کے ذریعہ بآسانی تکفیری افکار کو نابود کیا جاسکتا ہے، جیساکہ قرآن کریم نے ہمیں اسی بات کی تعلیم دی ہے اور ادیان آسمانی کا مطالعہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے، خداوندعالم جناب موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ فرعون سے اس طرح گفتگو کریں اس سے کہو: کیا پاک ہونا چاہتے ہو تاکہ تمہیں خدا کی جانب ہدایت کروں اور پھر تم اس سے ڈرو"۔[۲۱]

ہم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ پاکیزگی اور باطنی طہارت سے مزین ہونا، دعوت الٰہی کے لیے بہت اہم ہے اور خدا کی آیتوں کے پیش نظر خدا کی جانب طے شدہ مسافت کے لئے

پاکیزگی اور باطنی طہارت پہلی شرط ہے ، اس لیے دین کی ایسی بیش بہا تعلیم کو حاشیہ میں نہیں رکھا جاسکتا بلکہ اسے سرعام بیان کرنا ضروری ہے ۔

۳/۱۳۔ عمل اور ایمان کی اہمیت کو بیان کرنے میں اعتدال

اسلام نے نیک اور برے اعمال کو جس حد تک اہمیت دی ہے اس کے پیش نظر عقائد کا ایک بہترین نظام بخوبی بنایا جاسکتا ہے ، تاکہ اسلام کو ظاہر پرستی کی حد میں محصور کرنے سے روکا جاسکے ، خدا کا شکر ہے کہ جس نے اہلبیت علیہم السلام کے مکتب میں ایمان کی صحیح تفسیر کرکے کفر و فسق کی بخوبی تفسیر کردی ہے۔۲۲ شیعہ عقیدے میں ایمان کی تعریف :یعنی دل سے تصدیق کے ذریعہ غیروں کی عبودیت سے دوری اختیار کرنا ہے ، لہٰذا اگر عمل کو مستقل مان لیا جائے تو ہر گز اسلام اور مسلمانوں کی صفوں سے خارج ہونے کا سبب نہیں بن سکتا۔

تکفیری افکار کے مالکوں کو اس حقیقت سے آگاہ کرنا ضروری ہے کہ لوگوں کے کفر و ایمان کے سلسلہ میں قضاوت کرنا ان لوگوں نے جتنا آسان سمجھ رکھا ہے ، اتنا آسان نہیں ہے بلکہ یہ ایک خطرناک اور پیچ و خم والی وادی ہے ، قضاوت کے دوران لوگوں کی عمدی خطائیں ، ماحول اور حالات کے جبر و تشدد کی وجہ سے بھی سرزد ہو آتی ہیں کہ جن کی طرف توجہ کی ضرورت ہے، اس لیے کسی کا تقویٰ اور ابتدائی دینداری قضاوت کے میدان میں اتر آنے کا باعث نہیں ہونا چاہئے اور کسی کا لحاظ کئے بغیر مسند قضاوت پر بیٹھنے کی جرأت قطعاً اس میں نہیں ہونا چاہئے۔ اسلام نے جب واضح الفاظ میں کفرو ایمان کی صحیح تعریف بیان کردی تو ہے اس کے باوجود وفیصلہ جیسی عظیم ذمہ داری جس کے مختلف اثرات ہیں ، کسی کو بھی اس مسند پر بیٹھے کی اجازت کیسے مل سکتی ہے؟ یہاں تک کہ جو اس مسند پر بیٹھنے کی لیاقت رکھتے ہیں انھیں بھی اس راہ میں بڑی احتیاط سے قدم اٹھانا چاہئے ، کیونکہ اس سلسلہ میں کوئی عقلی حکم موجود نہیں ہے ، جیسا کہ سید مرتضی فرماتے ہیں:

"عقل میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ وہ فیصلہ کرسکے کہ کون سا کام کفر کا باعث ہے ، بلکہ اسے نقل(آیات وروایات) اور توقیفی راہوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔۲۳ تو معلوم ہوا کہ وفیصلہ

جیسی عظیم ذمہ داری کے قوانین کا حصول صرف اور صرف منقول روایات کے ذریعہ ممکن ہے جو نہایت دقت و مطالعہ کے بعد بھی بہت دشوار کام ہے۔

اسی طرح باطن سے وابستگی میں شدت پسندی اور شریعت اسلامی سے مقابلہ کا جذبہ تکفیری تحریکوں کے جنم لینے، ظاہر پرستی اور دین سے انحراف کا باعث ہوسکتی ہے، اسلامی سماج کا فریضہ ہے کہ وہ شریعت اسلامی، اس کے قوانین اور اصول کا پاس و لحاظ رکھے تاکہ اجتماعی اور روحی طور پر تکفیری تحریک کے اثرات خود بخود کم ہوسکیں، دین کے ظواہر اور پھر انہیں بے چون و چرا انجام دینے والے جذبہ کا مقابلہ ان پر برا اثر ڈال سکتی ہے اور ایسے لوگوں کو منظر عام پر پیش کرسکتے ہیں جو دین کو ظاہر میں محصور کردیں، یہ طور طریقہ بعض اسلامی سماج میں سیکولرزم اور دین سے منحرف ہونے جیسے ماحول کا وجود میں آنا ہمارے لئے عبرت آموز ہوسکتا ہے، اسلامی سماج میں پیدا ہونے والے تمام سیکولرزم سے تعلق رکھنے والے افراد انہیں تکفیری افکار کا نتیجہ ہیں۔[۲۴]

۱۴/۳۔ معرفتی و عملی مدارات کے شرائط

تکفیری افکار کی سب سے بڑی خصوصیت مدارات کا نہ ہونا ہے، جس کی وجہ سے وہ خود بھی رفتہ رفتہ مختلف گروہوں اور شعب میں تبدیل ہوتے جارہے ہیں، اس کے علاوہ ایسی فکر ہرگز کسی تہذیب اور ثقافت کو جنم نہیں دے سکتی، اسلئے کہ وہ خود اپنے افکار کی وجہ سے مسلسل بٹتے رہے ہیں اور ان کے درمیان کا اختلاف مختلف گروہوں کی پیدائش کا باعث رہا ہے، جیساکہ تکفیریوں کے سلف اباضی گروہ نے ایک فقہی مسئلہ میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہے جب کہ اس مسئلہ سے متعلق کوئی روایت موجود نہیں تھی۔[۲۵] بلکہ یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی اباضی فقیہ کسی مسئلہ میں عدم اطلاع کی وجہ سے اس مسئلہ کے سلسلہ میں توقف کرے اور کوئی فتویٰ نہ دے تو وہ بھی تکفیر کی تہمت سے محفوظ نہیں رہتا تھا۔[۲۶] تکفیریوں نے اپنی حقانیت کے لئے ایڑی چوٹی کا اس طرح زور لگایا ہے گویا ان کے علاوہ سب کے سب کافر ہیں۔[۲۷] اباضیوں کے ایک سربراہ عبد اللہ بن یحییٰ نے مروان بن محمد سے جنگ میں کامیاب ہونے کے بعد شہر صنعاء میں ایک خطبہ پڑھا، اس خطبہ میں لوگوں کو خدا کے دوستوں سے

دوستی اور اس کے دشمنوں سے دشمنی کے لئے دعوت دی اور کہا کہ خدا اور اس کے رسول کے راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے اور یہ بھی اعلان کیا کہ جو بھی زنا کرے، چوری کرے اور شراب پیئے وہ کافر ہے اور جو بھی اس کے کافر ہونے کے سلسلہ میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔۲۸؎ اسی طرح تکفیری تحریکیں کچھ خاص تفسیروں جیسے تولا و تبرا میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے دائم جنگ و جدال کی باتیں کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ خوارج کا ایک گروہ اباضی جو اپنے آپ کو معتدل اور میانہ رو سمجھتا تھا، وہ بھی اسی اصل کا قائل ہے۔۲۹؎

خدا کے دشمنوں سے دشمنی کرنا قرآن کا صریح فرمان ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اگر دشمنان خدا کی صحیح تفسیر نہ ہو اور اس کے مصادیق کو بیان کرنے میں غلطی ہوجائے تو یہ نہایت نقصاندہ ثابت ہوسکتی ہے، اس لئے کہ اسی مسئلہ میں تکفیریوں نے بے شمار خطائیں کی ہیں اور ابھی تک اسی کے مرتکب ہورہے ہیں، انہوں نے کبھی اسلامی تمدن میں کوئی تعمیری کام انجام نہیں دیا، صاحبان تکفیر یعنی خوارج، اباضیہ اور آج ان کے خلف تکفیری جماعتوں نے مسلسل مسلمانوں کے قتل عام کئے اور خود بھی قتل عام ہوئے، دشت و دریا میں سرگرداں ہوئے لیکن ہرگز کسی حکومت کی بنیاد نہ ڈال سکے، وہ لوگ دوستی کرنے، دوست بنانے اور تعمیری کام کو انجام دینے میں بے پناہ کمزور اور ناتواں ہیں لیکن دشمنی، تخریب کاری اور تباہ و بربادی میں حد سے زیادہ طاقتور ہیں، امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے صحیح پیش بینی کی تھی کہ خوارج میں سے جو لوگ بچ جائیں گے وہ راہزن بن جائیں گے۔۳۰؎ مولا کی یہ پیش بینی نہ تنہا خوارج کے حق میں صحیح ثابت ہوئی بلکہ ان تمام لوگوں کے حق میں بھی محقق ہوئی جو دینی مسائل میں شدت پسندی سے کام لیتے ہیں۔

ہاں! اسلامی سماج میں کسی کے کام آنا اور رحم دلی سے پیش آنا تکفیری بیماری کو دور کرنے کے لئے بہترین وسیلہ ہے، خداوند عالم نے قرآن کریم میں عقیدے کے سلسلہ میں اختلافات کو حل و فصل کرنے کے لئے خود ہی کو داور معین فرما دیا ہے۔۳۱؎ خدا بشریت کے سلسلہ میں یکسان ارادے کے نہ رکھنے اور مختلف شریعتوں کے پیش نظر قرآن کریم میں فرماتا ہے: یہ اختلافات اور بدلے بدلے حالات تمہارے امتحان کے اسباب ہیں، ہر ایک کو خدا کی جانب لوٹ جانا ہے،

اور پھر وہ خود اس چیز کی حقیقت کو دکھائے گا جس کے سلسلہ میں تم لوگ اختلاف کر بیٹھے تھے۔۳۲؎ یہ طریقہ نہایت کارساز واقع ہوسکتا ہے تاکہ لوگ ویسے ہی ظاہر ہوں جیسے کہ وہ اندر سے ہیں اور وہ دوگانگی سے محفوظ رہ سکیں۔

بہرحال قرآن کی یہ تعبیر کہ" سارے انسانوں کی بازگشت خدا کی جانب ہے اور وہ اپنی بارگاہ میں تمام اختلافات کا فیصلہ کرے گا" قرآن کی بے شمار آیتوں میں مذکور ہے۔۳۳؎، ان میں سے بعض آیتیں یہودیوں اور مسیحیوں کے درمیان عقیدتی اختلافات کو بیان کرتی ہیں۔۳۴؎، مذکورہ تمام آیتوں کو مشاہدہ کرنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام اختلافات قیامت تک باقی رہیں گے اور پھر وہاں خدا خود ان تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا۔۳۵؎، قرآن کی بہت سی آیتوں میں یہ مضمون صاف الفاظ میں موجود ہے: "اگر خدا چاہتا تو تمہیں ایک امت بنادیتا"۔ ۳۶؎ قرآنی آیات میں جہاں خدا نے بعض اختلافات کے سلسلہ میں اپنا فیصلہ سنایا ہے، حقیقت میں وہ خدا کا صریح حکم ہے اور دیگر بعض آیتوں میں جہاں فصل کی تعبیر۳۷؎ وارد ہوئی ہے، وہاں حقیقت میں حکم خدا کو کسی سوال و جواب کے بغیر تسلیم کرنا مراد ہے۔ بعض آیتوں میں خدا کی داوری کو قضاوت کا نام بھی دیا گیا ہے جیسا کہ اس نے بنی اسرائیل کے اختلافات اور ان کے مسائل میں قضاوت کی ہے۔۳۸؎

مذکورہ تمام آیتوں کی مراد یہ نہیں ہے کہ اس روئے زمین پر کوئی حق و حقیقت اور سچائی نہیں پائی جاتی یا لوگوں کے اخلاق و کردار ناصواب اور نادرست ہیں بلکہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ باب معرفت میں اسلام سے ہم آہنگ حقائق، تکوینی امور سے وابستہ ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ معروف و منکر اور اقدار کا وجود ہے جنہیں واقعی معنی میں سمجھنے کی نہایت تاکید وارد ہوئی ہے، مخصوصاً خدا کی وحدانیت اور اس کی معرفت حاصل کرنے اور دوسروں کو آشنا کروانے کی بہت تاکید ہوئی ہے، مذکورہ تمام آیتوں کے ظاہری معنی ہمیں صرف یہ تعلیم دے رہے کہ ہم سب اپنے اختلافات میں صرف خدا کو نہائی داور اور فیصلہ کرنے والا سمجھیں اور بات ذہن نشین رہے کہ کسی کو بھی حق حاصل نہیں ہے کہ وہ نہائی فیصلہ کرنے کی جرأت کرے، نیز یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ مشیت الٰہی انسانوں کے فکری اور عقیدتی

اختلافات سے متعلق ہے اس لئے ہر حال میں نہائی فیصلہ اسی کا ہوگا۔اور جب ایک انسان ایسی آیتوں کی تعلیمات کے زیر سایہ پروان چڑھتا ہے تو معرفت کے ایسے درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ بندگان خدا میں سے کسی کو بھی بآسانی خدا کی بندگی کے حلقہ سے باہر نہیں سمجھتا اور اس طرح خود بخود تکفیری افکار سے دور سے دور ہوتا چلاجاتا ہے۔

یہاں تک کہ خداوند عالم نے رفتار و کردار کے سلسلہ میں بھی اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ جو لوگ پیغمبر جیسا نہیں سوچتے، قیامت، حساب و کتاب اور خدا کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے ان کے ساتھ بھی عفو و بخشش اور رحم وکرم کے ساتھ پیش آئیں اور بقیہ ان کے اعمال کا حساب و کتاب قیامت کے دن پر چھوڑ دیں۔ ۳۹؎ بلکہ خدا مومنین کو حکم دیتا ہے کہ وہ ہر گز مشرکوں کے جھوٹے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہیں۔۴۰؎قرآن کریم میں ایسے فرامین کی کمی نہیں ہے بلکہ بے شمار ہیں ، اگر وہ فرامین جزئی مورد سے متعلق ہوں تب بھی خاص موارد میں شرائط و حالات کے پیش نظر قابل اجراء ہیں۔لہٰذا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ منسوخ ہوگئے ہیں یا وہ تاریخی فرمان تھا جس کا دور ختم ہوچکا ہے ، بلکہ ایسے تمام فرامین مومنین کی اجتماعی اور سماجی زندگی میں بہترین راہ گشا ہیں۔ لیکن جب قرآن کے آئینہ میں مخالفین کی رفتار اور کردار کو ملاحظہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کردار منفی اور اخراج و شہر بدر کرنے پر استوار رہا ہے ، وہ معمولاً ایسے لوگ تھے جن میں بردباری نام کی کوئی بھی چیز نہیں تھی وہ انبیاء کو صرف اس لئے اپنے درمیان سے باہر کردیتے تھے کہ وہ جدید عقائد کے ہمراہ ان کے درمیان مبعوث ہوئے تھے۔

قرآن کریم مخالفوں کے کردار کی بخوبی عکاسی کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے کہ ان کی باتوں میں سے ایک یہ تھی کہ "ہم تمہیں اپنی سرزمین سے باہر نکال دیں گے مگر یہ کہ تم بھی ہمارا مذہب قبول کرلو" ۴۱؎ یا قوم لوط صرف اس لئے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کو اپنے دیار سے باہر نکالنا چاہتے تھے کہ وہ قوم کی بری عادتوں کے مخالف تھے۔۴۲؎، یا قوم شعیب کے امراء جناب شعیب علیہ السلام اور مومنین کو اپنی سرزمین سے باہر نکالنے کی دھمکی دیتے تھے تاکہ وہ بھی ویسے ہی ہوجائیں جیسے وہ لوگ ہیں۔۴۳؎یا خداوند عالم نے بنی اسرائیل سے جو عہد و پیمان باندھا تھا کہ وہ ہر گز ایک دوسرے کو اپنے شہر سے باہر نہیں نکالیں گے۔۴۴؎ ، یا کفار

قریش نے بھی آنحضرت اور آپ کے اصحاب کو مکہ سے باہر نکال دیا تھا۔۴۵؎ یا قتل و غارت گری اور مخالفوں کو مکہ سے باہر نکالنا پیغمبر پر فشار وارد کرنے کے لئے مشرکین قریش کا ایک حیلہ تھا۔۴۶؎ یا قرآن کریم اس لئے کفار قریش کی مذمت کرتا ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کے سلسلہ میں اختلافات کی وجہ سے پیغمبر کے اصحاب کو مکہ سے باہر نکالا تھا۔۴۷؎ بلکہ قرآن مجید مکہ کے مسلمانوں کو مکہ اور حرم الٰہی سے باہر نکالنے کے گناہ کو ماہ حرام میں جنگ کرنے اور خدا کے راستے میں روڑے اٹکانے اور خدا سے کفر اور اس کے انکار کے گناہ سے عظیم قرار دیتا ہے ۴۸؎ اسی طرح مدینہ کے منافقین بھی پیغمبر کو اور آپ کے اصحاب کو مدینہ سے نکالنے کی دھمکی دیا کرتے تھے۔۴۹؎

کیا یہ تمام آیتیں واضح الفاظ میں یا ضمنی طور پر اس مطلب کو بیان نہیں کررہی ہیں کہ متعدد سلائق کو تحمل نہ کرنا، باہر نکالنے کی دھمکی، تمام لوگوں کو ہم فکر بنانے کی کوشش، فکری اور عقیدتی جھگڑوں میں عام لوگوں کو ان کی سرزمین سے باہر نکالنا یہ سب کا سب غیر منطقی اور غیر الٰہی عمل ہے، ہمارے دور کے تکفیری مذکورہ تمام آیتوں کے ہوتے ہوئے کیونکر دنیا کی مختلف سرزمینوں پر رہنے والے فکری و عقیدتی اعتبار سے مخالف لوگوں کے ساتھ اپنے ناروا سلوک کی توجیہ کرسکتے ہیں؟! کیا قرآن میں اخراج اور شہر بدر کرنے کی دھمکی دینے کی بناپر خدا کا بنی اسرائیل کی مذمت کرنا یا انبیائے الٰہی کو شہر بدر کرنے کی دھمکیوں اور مکہ سے پیغمبر اکرم اور آپ کے اصحاب کو شہر بدر کرنے کی حقیقتیں صرف تاریخی حقائق ہیں؟! یا وہ تمام وقائع اس لئے بیان ہوئے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ اجتماعی اور سماجی زندگی میں بردباری کے مضاعف ہونے اور ایک دوسرے کو تحمل کرنے کا سبب قرار پائیں؟

۵/ ۳۔ تکفیری روش کی کوتاہیوں پر توجہ

تکفیری روش کچھ معمولی اور سادہ راہ و رسم پر استوار ہے جن کے ذریعہ وہ نادان مسلمانوں کا شکار کرتے ہیں، وہ دین کو سمجھنے بلکہ فہم شریعت کے لئے نہایت معمولی روش کا سہارا لیتے ہیں، وہ غیر معتبر حدیثوں کو انتخاب کرکے دین کی عظیم عمارت کھڑی کرنے کے درپے رہتے ہیں، وہ آیتوں کے ابتدائی ظواہر پر تکیہ کرتے ہوئے ایسا مطلب اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں

جو ہر گز مراد خداوندی نہیں ہوتا اور اسی کے سہارے ایک بنیاد کھڑی کرنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ لوگ فہم دین کو بعض دینی متون کے ظواہر تک محدود کردیتے ہیں۔جب کہ علّامہ طباطبائی فرماتے ہیں : ظواہر دین بھی درک معنوی اور حجت عقلی کی طرح فہم دین کا ذریعہ ہیں۔۵۰؎ وہ لوگ دینی متون کو سمجھنے کے لئے عموماً متن میں موجودہ شواہد و قرائن کا سہارا نہیں لیتے بلکہ وہ صدور متن اور حالات و شرائط سے صرف نظر کرتے ہوئے تنہا ادبی و لفظی صورت میں تفسیر کرتے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے نہایت موثر ہوسکتا ہے ۔ بلکہ وہ اس سے دو قدم آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ فہم دین کے منابع نہایت عمومی اور سادے ہیں ، جس کی وجہ سے وہ لوگ عالم اسلام کے علماء اور دانشمندوں کی علمی کاوشوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ، میں خود بھی اس بات کا مخالف ہوں کہ فہم دین کو کچھ خاص لوگوں سے مخصوص سمجھا جائے ، اس لئے کہ قرآن مجید تمام انسان کو شدت سے آیات الٰہی میں غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے۔۵۱؎ گرچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فہم دین ایک مقدس امر ہے جس میں گوناگوں اجتماعی مراتب اور پیچیدگیاں ہیں جسے درک کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اور چونکہ تکفیری جماعت دینی امور میں مہارت کی مخالف ہے تو ایسا اس لئے ہے کہ وہ اس فکر کے ذریعہ سادہ مسلمانوں کے درمیان اپنی محبوبیت کو بڑھانا چاہتے ہیں تاکہ اس طرح فہم دین اور اس کی جدید تفسیر کرکے ایک نیا بازار کھول دیں تاکہ وہ آسانی سے دینی معاملات میں من مانی کرسکیں۔

۶/۳۔ تکفیریوں کے مقابلہ میں تکفیر سے پرہیز

تکفیر کا اسلحہ اس قدر خطرناک ہے کہ اسے خود تکفیریوں کے خلاف استعمال نہیں کیا جاسکتا اسلئے کہ تکفیر سماج میں دوگانگی اور نفاق کے بڑھاوے کا موجب ہے اسی لئے تکفیریوں کے خلاف اس اسلحہ کو استعمال نہیں کیا جاسکتا، بلکہ واقعیت تک پہنچنے اور کسی حد تک حقائق کی دستیابی کے لئے ان سے گفتگو کی جائے مخصوصاً ان سے جو جہالت کا شکار ہیں اور سوفیصدی خطاکار نہیں ہیں۔ اسی طرح جن لوگوں نے صحیح طریقے سے لوگوں کو دین سے آشنا نہیں کروایا ہے ان کی کوتاہیوں کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے۔ لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ ہم تکفیریوں کے خطرے کو بھول جائیں اور ان کا مقابلہ نہ کریں ۔ تکفیریوں کی ہیبت اور دہشت کو ختم کرنے کے

لئے ابھی تک بڑی قیمتیں چکائی گئی ہیں اور چکائی جارہی ہیں، اس قیمت کا ایک حصہ دین کے علماء اور عقیدے کے پاسبانوں پر ہے کہ وہ تکفیریوں کی جانب سے خوف و ترس والی حکومت سے یا ہر قسم کی نئی بات اور عقیدے پر ان کی جانب سے کفر اور بدعت کی لگائی گئی تہمت سے مقابلہ کریں کیونکہ، ان سب سے مقابلہ کرنا رسالت الٰہی ہے جسے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے خدا سے مدد مانگنا چاہئے اور اسی پر توکل کرنا چاہئے۔۵۲ اگر تکفیریوں کے ساتھ معمولی اور غیر منطقی رویہ اختیار کیا گیا تو رفتہ رفتہ تکفیری فکر امت مسلمہ میں بیٹھ جائے گی اور وہ سب اس کا حصہ بن جائیں گے۔

نتیجہ

تکفیری فکر کے خطرات ،فتنہ و فساد کے عام ہونے اور لوگوں کی جان و مال کی تباہی و بربادی تک محدود نہیں ہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں اس کے خطرے قابل دید ہیں ،اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ فکر، اوّل اسلام سے مسلمانوں کے درمیان رہی ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ فکر ہر دیندار سماج میں پائی گئی ہے اور پائی جاتی رہے گی ، تکفیری جماعتیں گزشتہ زمانوں میں فکری اور ثقافتی اعتبار سے آج سے زیادہ منظّم تھیں جیسا کہ خوارج اور اباضیہ (تکفیری افکار کے موجد اور بانی)، مستقل طور پر کلامی ، فقہی اور اصولی افکار کے مالک تھے لیکن آج کی تکفیری جماعتیں سیاسی رنگ و ڈھنگ لینے اور دشمنوں کی جانب سے بعض سیاسی مصالح کی بناء پرحمایت پانے کی وجہ سے سیاسی بلکہ نہایت خطرناک ہوتے جارہے ہیں، گرچہ وہ اپنی فکری اور ثقافتی ساخت کی وجہ سے پھیلتے جارہے ہیں لیکن یہ حقیقت قابل انکار نہیں ہے کہ آج کے تکفیری فکری اور ثقافتی اعتبار سے اپنے خلف کے مقابلے میں نہایت پستی کا شکار ہوگئے ہیں۔

اگر تکفیری فکر عام ہوگئی تو دین ظاہرداری اور ظاہری پرستی میں محصور ہوکر رہ جائے گا اور جیسے جیسے تکفیری فکر پھیلتی جائے گی ظاہرداری کے سلسلہ میں شدت عمل باعث ہوگی کہ اسلامی آئیڈیولوجی ظاہر پرستی میں محدود ہوکر رہ جائے ، نیز عملی اعتبار سے ماضی میں لوٹ جانے ، ہر قسم کی خلاقیت، جدید فکر اور دین کی عصری ضرورت کے لحاظ سے تفسیر کا سلسلہ ختم ہوجائے گا اور معارف کے تمام دروازے خود بخود بند ہوجائیں گے ، اگر ایسا ہوگیا تو اسلام شدت سے جدید

نظریات سے محروم اور اپنی جذابیت کھو بیٹھے گا۔ ان سب کے علاوہ، اس فکر کے عام ہونے کے بعد دین کی معنویت کمزور پڑ جائے گی اور پھر دین جنگ و جدال ،لڑائی جھگڑاوغیرہ کارخ اختیار کرلے گا اور اگر خوش بین ہوکر دیکھا جائے تو اجتماعی اعتبار سے شدت پسندی اور زور وطاقت کی شکل اختیار کرلے گا ،ایسا دین ہرگز اجتماعی اور کسی تمدن کو جنم نہیں دے سکتا اور آج کے انسانوں کے لئے کسی بھی قیمت پر جذاب نہیں ہوسکتا۔

تکفیری افکار سے مقابلے کے لئے بعض فکری اور ثقافتی راہ و روش کچھ اس طرح ہیں:

جوہر اور جان اسلام یعنی معنویت اور اخلاق سے وابستگی کو زیادہ سے زیادہ اہمیت دی جائے ؛ ظاہر پرستی اور ظاہر داری سے دوری اختیار کی جائے اور ایمان و اسلام میں عمل کی تاثیر کے سلسلہ میں کسی بھی طرح کی شدت پسندی سے پرہیز کیا جائے گرچہ اسلام نے عمل کو بہت اہمیت دی ہے ،باطن کی طرف رجحان میں افراط و شدت اور شریعت کی مخالفت سے بچا جائے ،دین کی معرفت کو عمومیت دی جائے اور تکفیریوں کے افکار پر آزاد طریقے سے تحقیق کی جائے،معرفت کے حصول میں رحم و مروت اور مدارات کو بڑھاوا نیز عملی اعتبار سے جو نئی فکر رکھتے ہیں یا ایک نئے انداز میں عمل کرنا چاہتے ہیں، ان لوگوں کے ساتھ مدارات کیا جائے۔

حوالے:

۱۔ "---لليهود دينهم وللمسلمين دينهم--- وان على اليهود نفقتهم ولى المسلمين نفقتهم وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه - الصحيفة ، وان بينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم"، نک: علی احمدی میانچی، مکاتیب الرسول ، ج ،۳ ص ۶۔

۲۔ اس سلسلہ میں زیادہ معلومات کے لئے ملاحظہ کریں، سابق حوالہ ،ص ۱۱

۳۔دور حاضر میں مصر کی سرزمین پر تکفیر کی تاریخ کے مطالعہ کے لئے مراجعہ کریں ؛ یوسف قرضاوی ، ظاہرۃ الغلو فی التکفیر

۴۔مسعود جلالی مقدم " اباضیہ " دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ، ج ۲، ص ۳۱۹

۵۔حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج ۱۸، ص ۳۲۷، باب ۱۶ از ابواب مقدمات الحدود، حدیث ۲

۶۔ سابق حوالہ، ج ۱۱، باب ۴، از ابواب الامر والنہی ، ص ۴۰۷،ح ۱ ان المعصية اذا عمل بها العبد سرّا لم يضر الا عاملها، فاذا عمل بها علانية ولم يغير عليه اضرت بالعامة--"

۷۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۱۲۹، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۱۶۴

۸۔ سید محمد حسین طباطبائی، المیزان فی تفسیر القرآن، ج ۲، ص ۲۳۵: " و لم یبلغ المسلمون الی ما بلغوا من الانحطاط والسقوط الا بالاقتصار علی اجساد الاحکام والاعراض عن روحها و باطن امرها"

۹۔ بعض شیعہ وسنی کتابوں کی طرف رجوع کریں: فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج ۵ ص ۵۰۱ جنہوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے: اصغر ہادی "مکارم الاخلاق" وہ روایات تتمیم مکارم اخلاق و روایات ہمانند۔ مجلّہ اخلاق، پاییز و زمستان ۱۳۸۵، ش ۵ و ۶۔ ص ۲۲۹، ۲۵۳

۱۰۔ مسعود جلالی مقدم، سابق حوالہ، ج ۲، ص ۲۹، وہ اعمال جو غیر خدا کے لئے انجام دئے جاتے ہیں ان کو صحیح کہا جاسکتا ہے لیکن اس عمل کا قبول ہونا بہت دشوار ہے اور اگر یہی طرز عمل، کسی کام کو انجام دینے سے متعلق ہو لیکن اس کا کوئی مقصد نہ ہو، تو قابل مذمت ہے؛ البتہ ایک دوسرے زاویے سے یہ بحث قابل ذکر ہے کہ ایک نیک عمل کے مقبول ہونے میں ایمان کا کیا کردار ہے؟ اگرچہ بعض متکلمین کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم صرف نیک عمل پر جزا دیتا ہے اور جزا دینے میں اس کی نیت کو ملاحظہ نہیں کرتا کہ اسے کس نیت سے انجام دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں مزید معلومات کے لئے مراجعہ کریں: مرتضی مطہری، عدل الٰہی، مجموعہ آثار، ج ۱، ص ۲۷۰

۱۱۔ ابراهیم محمد الفحام، "التاصیل الکفری لجماعة التکفیر والهجره"، مجله الامن العام، قاهره، رجب ۱۳۹۷، شمارہ ۷۸، صفحہ ۹۔۱۷،

۱۲۔ مسعود جلالی مقدم، سابق حوالہ، ج ۲، ص ۳۲۰

۱۳۔ اعلم ان الایمان هو التصدیق بالقلب، ولا اعتبار بما یجری علی اللسان ممن کان عارفا بالله تعالیٰ وبکل ما اوجب معرفة مقرأ بذلک مصدقاً فهو مومن، سید مرتضیٰ، الذخیرہ فی علم الکلام، ص ۵۳۶

۱۴۔ یقولون بافواههم مالیس فی قلوبهم، سورۂ آل عمران، آیت ۱۶۷

۱۵۔ سورۂ مومن، آیت ۸۴ و ۸۵

۱۶، سید محمد طباطبائی، المیزان، ج ۱۷، ص ۳۵۷

۱۷۔ سید عبد اللہ شبر، تفسیر قرآن الکریم، تحقیق: حامد حفنی داود، ص ۴۴۷

۱۸۔ سورۂ قریش آیت ۳ و ۴

۱۹۔ مسعود جلالی مقدم، سابق حوالہ، ج ۲، ص ۳۱۹

۲۰۔ درجنی، طبقات المشائخ بالمغرب، محقق: ابراہیم طلای، منقول از مسعود جلالی مقدوم، سابق حوالہ ص ۳۱۹

۲۱۔ سورۂ نازعات، آیت ۱۸۔۱۹

۲۲۔ میثم بن علی بحرانی، قواعد المرام فی علم الکلام، تحقیق: سید احمد حسینی، ص ۱۷۰

۲۳- ولا سبیل من جهة العقل الی العلم بکون الفعل کفرا وانما نعلمه سمعا وتوقیفا ص ۵۳۴ سابق حوالہ سید مرتضی
۲۴- زیادہ معلومات کے لئے مراجعہ کریں ، یوسف قرضاوی ، سابق حوالہ ، صفحہ ۱۴۵
۲۵- مسعود جلالی مقدم ، "اباضیہ "، دائرۃ المعاف بزرگ اسلامی ، ج ۲ ، ۳۲۹
۲۶- سابق حوالہ ۲۶
۲۷- سابق حوالہ ، ص، ۳۰۹
۲۸- سابق حوالہ ص ۳۱۳ تحقیق : علی سباعی ، ص ۲۶ ابوالفرج اصفہانی ، الاغانی ، ج ۲۳ ، یہاں اس نکتہ کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس تعبیر سے مشابہ کبھی کبھی ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت کے سلسلہ میں مروی روایتوں میں قابل مشاہدہ ہے ، لیکن سب سے پہلے ایسی روایتوں کے معصوم سے ہونے کی صحت کو دیکھنا اور اطمینان حاصل کرنا ہوگا کہ کہیں ایسی روایتیں غالیوں کی گھڑی ہوئی تو نہیں ہیں اس کے بعد مقام فہم و درک میں نہایت ہوش و ذکاوت کی ضرورت ہے اس لئے کہ ایسی تمام روایتوں میں کافر سے مراد وہ کافر نہیں ہے جو اسلامی سماج سے خارج ہو یا وہ کافر مراد نہیں ہے جس کے سلسلہ میں دین سے خارج ہونے کا حکم دیا گیا ہو، لہٰذا زیادہ تر مقامات پر ایسی تعبیریں قانونی حیثیت ہی نہیں رکھتیں جو انہیں شرعی حیثیت دینے اور قانون گزاری کے وقت ملاحظہ کیا جاسکے ، بلکہ زیادہ تر ان کا تعلق بیانی خطاب سے ہوتا ہے۔ بیانی خطاب کے سلسلہ میں زیادہ معلومات کے لئے رجوع کریں ، (سید علی سیستانی ، الرافد فی علم الاصول ، تقریر : سید منیر قطیفی ، ص ۷۰ اوران دونوں خطاب (قانونی اور بیانی) کے درمیان فرق ہے ، : بیانی خطاب میں عموما کسی خاص نکتہ کو بیان کیا جاتا ہے ، جیسے کہ کسی عملی یا اعتقادی مسئلہ کی اہمیت کو بیان کرنا مقصود ہو ، جیسے کہا جائے کہ جو بھی اس مسئلہ کا انکار کرے وہ کافر ہے ، اس قسم کے بیانات مبالغہ پر حمل ہوتے ہیں ، تاکہ سامنے والے کو موضوع کی اہمیت کا احساس دلایا جاسکے ، ایسے خطاب کو ان قانونی خطاب جیسا نہیں سمجھنا چاہئے۔ لہٰذا اگر کہا جائے کہ پیسہ تمہارے ہاتھوں کی میل ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ میں وارد ہوا ہے :"زکات لوگوں کے ہاتھ کی میل ہے" تو اسے قانونی حیثیت حاصل نہیں ہے جس کے پیش نظر کوئی حکم شرعی بیان کیاجاسکے اوراس سے استنباط حکم میں استناد کیا جاسکے، بلکہ پیغمبر اکرمؐ کی حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ بنی ہاشم کے دلوں کو زکات سے متنفر کردیں اور مومنین کو عمومی اموال کی طرف رغبت سے روک دیں ، اسی طرح اگر روایات میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد امت مرتد ہوجائے گی تو اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ آنحضرت کے بعد مسلمان فقہی اعتبار سے مرتد ہوجائیں گے اور ان پر احکام مرتد نافذ ہوں گے ، بلکہ مذکورہ روایتوں کے بیان کا مقصد یہ تھا کہ ولایت کی اہمیت کو روشن کیا جاسکے ، تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ جو بھی ولایت کا دامن چھوڑ دیتا ہے وہ روح اسلام سے بیگانہ ہوجاتا ہے ، بلکہ ایسے بیانات میں تشبیہات اور نظائر ہوتے ہیں جن کی طرف ہر گز توجہ نہیں کی جاتی،اور اسی غفلت میں ایسے کلام کو قانونی درجہ دے کر تفسیر و تبیین کی جاتی ہے جس کے برے اثرات نمایاں

ہوتے ہیں اور غلط تفسیریں ہونے لگتی ہیں ، لہٰذا ضروری ہے کہ کفر و ارتداد کے سلسلہ میں وارد ہونے والی تمام روایتوں پر دوبارہ عمیق نظر ڈالی جائے تاکہ نئی باتیں ہمارے لئے آشکار ہو سکیں ، بیانی خطاب کے نمونے روایتوں میں کم نہیں ہیں ، جیسے کہ "الولد و مالہ لابیہ" ، یہ بیان حقیقت میں بیانی خطاب ہے جس کے ذریعہ باپ کی اہمیت کو بیان کرنے کوشش کی گئی ہے ، وگرنہ کہیں بھی شریعت میں نہیں لکھا ہے کہ بچہ یا اس کا مال شرعی طور پر باپ کا ہے۔

۲۹۔ اسماعیل بن موسی جیطالی ، قناطر، الخیرات، ج ۱ص ۲۵۴،ج ۲، ص ۳۳۷ منقول از مسعود جلالی مقدم، سابق حوالہ ۳۲۶

۳۰۔ سید رضی ، نہج البلاغہ، تحقیق صبحی صالحہ ،ص ۹۵ خطبہ ۶۰

۳۱۔ سورۂ آل عمران ، آیت ۵۵

۳۲۔ سورۂ مائدہ ،آیت ۴۸

۳۳۔ سورۂ انعام ، آیت ۱۶۴، سورۂ حج ، آیت ۶۹

۳۴۔ سورۂ بقرہ ، آیت ۱۱۳

۳۵۔" ولولا کلمة سبقت من ربک لقضی بینھم فیما فیہ یختلفون"، سورۂ یونس ، آیت ۱۹

۳۶۔ ولو شاء اللہ لجعلکم امة واحدة ، سورۂ نحل ، آیت ۹۳

۳۷۔ سورۂ سجدہ آیت ۲۵

۳۸۔ سورۂ جاثیہ ، آیت ۱۷

۳۹۔ قل للّذین آمنوا یغفروا للّذین لا یرجون ایام اللہ لیجزی قوماً بما کانوا یکسبون، من عمل صالحا فلنفسہ و من اساء فعلیھا ثم الی ربکم ترجعون ، سورۂ جاثیہ ، آیت ۱۴۔ ۱۵

۴۰۔سورۂ انعام،آیت ۱۰۸

۴۱۔سورۂ ابراہیم ، آیت ۱۳

۴۲۔سورۂ نمل، آیت ۵۶، سورۂ اعراف آیت ۸۲، سورۂ شوریٰ آیت ۱۶۷

۴۳۔سورۂ اعراف ، آیت ۸۸

۴۴۔سورۂ بقرہ، آیت ۸۴۔ ۸۵

۴۵۔سورۂ توبہ، آیت ۴۰ و سورۂ ممتحنہ، آیت ۸

۴۶۔سورۂ انفال، آیت ۳۰

۴۷۔سورۂ ممتحنہ ، آیت ۱

۴۸۔سورۂ بقرہ آیت ۲۱۷

۴۹۔ سورۂ منافقین ، آیت ۸

۵۰۔ سید محمد حسین طباطبائی ، شیعہ در اسلام ، ص ۴۷

۵۱۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوبٍ ھم اقفالھا ، سورۂ محمد ، آیت ۲۴

۵۲۔ الّذین یبلّغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ وکفی باللہ حسیباً۔ سورۂ احزاب، آیت ۳۹

منابع

۱۔ القرآن الکریم

۲۔ احمدی میانجی ، علی ، مکاتیب الرسول ، چاپ اوّل ، دار الحدیث ، قم ۱۴۱۹ھ

۳۔ بحرانی ، میثم بن علی ، قواعد المرام فی علم الکلام ، تحقیق سید احمد حسینی ، چاپ دوم ، مکتبہ آیت اللہ العظمی مرعشی ، قم ۱۴۰۶ ،

۴۔ جلالی مقدم ، مسعود ، اباضیہ ، دائرۃ المعاف بزرگ اسلامی ، چاپ پنجم ، مرکز دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی ، تہران ۱۳۸۳ ، ش

۵۔ حر عاملی ، محمد بن الحسن ، وسائل الشیعہ ، تحقیق عبد الرحیم ، ربانی شیرازی ، اسلامیہ ، تہران ، ۱۴۰۱ ھ

۶۔ سیستانی ، سید علی ، الرافد فی علم الاصول ، تقریر سید منیر القطیفی ، مکتبۃ السیستانی ، قم ۱۴۱۴ ق

۷۔ شبر ، سید عبد اللہ ، تفسیر القرآن الکریم ، تحقیق حامد حفنی داود ، دار التربیہ ، بیروت ۱۳۸۵ ، ق

۸۔ طباطبائی ، سید محمد حسین ، شیعہ در اسلام ، چاپ اول :بوستان کتاب ، قم ۱۳۸۶ ق

۹۔ المیزان فی تفسیر القرآن ، چاپ سوم ، اسماعیلیان ، قم ۱۳۹۳ ق

۱۰۔ طبرسی ، فضل ابن حسن ، مجمع البیان فی تفسیر القرآن ، چاپ دوم ، دار المعرفہ ، بیروت ۱۴۰۸ ، ق

۱۱۔ قرضاوی، یوسف ظاہرہ الفلوقی فی التکفیر، مطبوعہ دوم: مکتبہ وہبہ، قاہرہ ۱۴۱۱ق

۱۲۔ محمد الفحام ، ابراہیم ، "التاصیل الفکری لجماعة التکفیر والھجرہ" ، مجلہ الامن العام ، قاہرہ ، رجب ۱۳۹۷ شمارہ ۷۸

۱۳ ۔ مطہری ، مرتضی مجموعہ آثار ، صدرا ، قم ۱۳۷۷ ش

۱۴ ۔ موسوی بغدادی ، علی ابن الحسین (سید مرتضی) الذخیرۃ فی علم الکلام ، تحقیق سید احمد حسینی ، چاپ سوم : مؤسسۃ النشر الاسلامی ، قم ۱۴۳۱ ق

۱۵۔ موسوی ، محمد رضی (سید رضی) نہج البلاغہ ، تحقیق صبحی الصالح ، چاپ اول ، دارالاسوہ قم ۱۴۱۵ ق

۱۶۔ ہادی ، اصغر، مکارم الاخلاق ، پژوہش پیرامون روایت تتمیم مکارم اخلاق و روایات ہمانند نشریہ اخلاق ، پاییز و زمستان ۱۳۸۵ ، ش ۵۔۶